ڈراما

ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے مراد ہے 'کر کے دکھانا'۔ اس میں کرداروں، مکالموں اور مناظر کے ذریعے کسی کہانی کو پیش کیا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں بھی اس کی روایت موجود ہے اور اس کو 'ناٹیہ' کہا جاتا ہے۔

ارسطو نے ڈراما کو زندگی کی نمائندگی (Mimosis) کہا ہے۔ داستان، ناول اور افسانے کے مقابلے میں ڈراما اس لحاظ سے حقیقت سے قریب تر ہوتا ہے کہ اس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ کردار، اُن کی بول چال اور زندگی کے مناظر بھی دیکھنے والوں کے سامنے آتے ہیں۔ کرداروں کی ذہنی اور جذباتی کشمکش کو مکالمے اور آواز کے اُتار چڑھاؤ کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ ڈراما بنیادی طور پر اسٹیج کی چیز ہے، لیکن ایسے بھی ڈرامے لکھے گئے ہیں اور لکھے جاتے ہیں جو صرف سُنانے اور پڑھنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ریڈیو کی وجہ سے ڈراموں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے اور ٹیلی ویژن پر جس طرح کے پروگرام سب سے زیادہ پیش کیے جاتے ہیں، اُن کا تعلق بھی کسی نہ کسی طرح ڈرامے ہی کی صنف سے ہے۔

ارسطو نے ڈرامے کے اجزائے ترکیبی میں چھے چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ قصّہ، کردار، مکالمہ، مرکزی خیال، سجاوٹ اور سنگیت۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر ڈرامے میں سنگیت یا موسیقی کا عنصر ہو۔ پلاٹ، کردار، مکالموں اور مرکزی خیال کا ہونا البتّہ ضروری ہے۔ ڈرامے کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں واقعات کی کڑیاں اس طرح ملائی جائیں کہ بتدریج نقطۂ عروج تک پہنچ سکیں اور ناظرین کی توّجہ ایک نکتے یا خیال پر مرکوز ہو جائے۔ اس کے بعد ڈراما انجام کی طرف بڑھتا ہے۔ واقعات سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے، وہ انجام کے ذریعے پیش کر دیا جاتا ہے۔ حق و باطل اور خیر و شر کی کش مکش، بنیادی انسانی اقدار اور سماجی، قومی اور سیاسی مسائل کو ڈراموں میں پیش کیا جاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

شوکت تھانوی

(1904ء – 1963ء)

شوکت تھانوی کا اصل نام محمد عمر تھا، وہ اردو کے مشہور مزاح نگار تھے۔ مزاحیہ تحریروں اور ناولوں کے علاوہ انھوں نے ریڈیو کے لیے ڈرامے بھی لکھے ہیں۔ ان کے قلم میں بلا کی روانی تھی۔ روزمرّہ کی باتوں اور آئے دن پیش آنے والے واقعات کو اس مزے سے بیان کرتے اور ان میں ایسے ایسے دلچسپ نُکتے پیدا کر دیتے تھے کہ پڑھنے والا بے اختیار ہنس پڑتا۔ وہ الفاظ کے استعمال اور جملوں سے بھی ہنسی پیدا کرتے تھے۔ وہ شوخی اور ظرافت کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھتے تھے کہ تحریر میں تہذیب سے گری ہوئی بات یا فقرہ نہ آنے پائے۔ ان کی جودتِ ذہن معمولی باتوں کو بھی دلچسپ بنا دیتی تھی۔

'سودیشی ریل'، 'موجِ تبسم'، 'طوفانِ تبسم'، 'شیش محل'، 'جوڑ توڑ'، 'کارٹون' اور 'قاضی جی' وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

شوکت تھانوی نے شاعری بھی کی ہے لیکن وہ مزاحیہ شاعری نہیں بلکہ سنجیدہ غزل کی شاعری ہے۔

© NCERT
not to be republished

خدا حافظ

(میر صاحب اپنے مصاحب اور تمام احباب میں بیٹھے ہوئے سفر کے متعلق تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں)

میر صاحب : اَماں تم ہی بتاؤ مرزا صاحب کہ اس ریل کے سفر میں نصیبِ دشمناں جان جوکھم تو نہیں ہے۔

مرزا صاحب : آپ کی بھی واللہ کیا باتیں ہیں۔ یعنی میں کہہ تو رہا ہوں کہ اس ریل کے سفر میں سر کے بال سفید کر لیے ہیں۔ پھر آپ کا یہ سفر تو قدم بھر کا ہے۔

میر صاحب : انشاء اللہ! مگر بھئی بات یہ ہے کہ یہ پہلا اتّفاق ہے، اسی سے جی گھبراتا ہے۔ اَماں تم بھی چلو نا ساتھ۔ تم کو ذرا اس سفر کا تجربہ ہے اور میں بالکل نیا آدمی، تمہارے سرِ عزیز کی قسم کلیجا ہاتھوں اُچھلتا ہے۔

مرزا صاحب : اگر آپ کہتے ہیں تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ مگر آپ نے تو واللہ کمال کر دیا۔ اس زمانے میں آپ ایسے بہت کم نکلیں گے جو ریل کے سفر سے ناواقف ہوں۔

میر صاحب : بھئی یقین جانو میں خاندانی وضع کے خلاف یہ بات کر رہا ہوں۔ اللہ جنّت نصیب کرے۔ ابّا جان مرحوم تو کبھی اس محلے سے باہر نہ نکلے تھے اور خدا بخشے دادا جان مرحوم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کبھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلے۔ ایک میں ہوں کہ دیس چھوڑ کر پردیس کی ٹھانی ہے۔

(دروازہ کُھلنے اور احباب کی آواز)

مرزا صاحب : لیجیے لیجیے شیخ صاحب بھی تشریف لے آئے۔

© NCERT not to be republished

شیخ صاحب : (آگے آکر) آداب بجالاتا ہوں حضور والا۔

میر صاحب : تسلیمات عرض ہے بھائی صاحب! خوب تشریف لے آئے۔

شیخ صاحب : جی ہاں! ابھی سنا تھا کہ سواری کہیں سیر و سیّاحت کو جارہی ہے۔

میر صاحب : لو اور سنو، یہ سیر و سیّاحت ہے کہ آدمی دیس چھوڑ کر پردیس کا ہو جائے۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ جائداد کا مقدمہ ہے۔ نہیں جاتا ہوں تو خاندانی جائداد جاتی ہے ورنہ بھائی تم جانتے ہو کہ ہمارے خاندان کو سفر سے کیا علاقہ؟

شیخ صاحب : بجا فرماتے ہیں آپ، بے شک تشریف لے جانا نہایت ضروری ہے۔

مرزا صاحب : بھائی صاحب ہمارے میر صاحب ریل کے سفر سے سخت پریشان ہیں۔ آپ ہی کچھ سمجھائیے۔

میر صاحب : میں پریشان ہوں البتّہ پہلا اتّفاق ہے اور سواری بھی وہ ایسی جس کی نہ لگام نہ جس پر چابک کا اثر اور سُنا ہے پھر بھی وہ ہوا سے باتیں کرتی ہے۔

شیخ صاحب : اے جناب اس میں ذرا بھی تشویش کی بات نہیں۔ میں خود برابر سفر کرتا رہتا ہوں۔ نہایت آرام کی سواری ہے۔

مرزا صاحب : میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا لیکن آپ کو اطمینان نہیں ہوتا اور مجھ کو بھی ساتھ لیے جاتے ہیں۔

میر صاحب : تو کیا شیخ صاحب قبلہ کو میں چھوڑ دوں گا؟

شیخ صاحب : نہیں حضرت میں تو معافی چاہوں گا آج کل گھر میں ذرا علیل ہیں اور خود مجھ کو بھی صبح سے چھینکیں آرہی ہیں۔

میر صاحب : یہ تو واللہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم پردیس کو سدھاریں اور ہمارے احباب دیس میں رہیں۔ آپ کو تو میں چھوڑ ہی نہیں سکتا۔

مرزا صاحب : بھائی صاحب آپ نے کبھی میر صاحب قبلہ کی کسی بات میں کوئی عُذر نہیں کیا۔

© NCERT not to be republished

شیخ صاحب : میں اور عُذر کروں استغفراللہ۔ میں تو صرف اجازت چاہتا ہوں۔ وہ بھی اگر منظور نہیں ہے تو جو حکم ہو، بندہ حاضر ہے۔

میر صاحب : بس تو صاحب آپ فوراً گھر تشریف لے جا کر الٹے پیروں واپس آ جایئے۔ اس لیے کہ اب وقت کم ہے۔

شیخ صاحب : گاڑی چار بجے جاتی ہے اور ابھی ایک ہی تو بجا ہے۔

میر صاحب : یہ درست ہے مگر کیا اعتبار اس بے لگام گھوڑے کی گاڑی کا اور جو پہلے چل دے۔

مرزا صاحب : جی نہیں ایسا نہیں ہوسکتا مگر احتیاط اچھّی چیز ہے۔ اگر گھنٹہ دو گھنٹے پہلے اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اچھّا ہے۔

شیخ صاحب : تو میں اجازت چاہتا ہوں۔ ابھی ذرا حاضر ہوا۔

میر صاحب : بسم اللہ، مگر چشم براہ ہوں۔

شیخ صاحب : میں ابھی حاضر ہوا۔ بس گیا اور آیا (جاتا ہے)

(پیروں کی چاپ، دروازے کی آواز، دولت آتا ہے۔)

میر صاحب : کیوں دولت کیا ہے؟

دولت : سرکار بستر میں تکیے، تکنیاں، توشک، چادر، شال۔ پلنگ پوش رکھ دیا ہے اور کچھ تو نہ رکھا جائے گا؟

میر صاحب : اور لحاف۔

مرزا صاحب : ایں یعنی اس گرمی میں لحاف بھی لے جایئے گا۔

میر صاحب : بھائی پردیس کا معاملہ ہے۔ معلوم نہیں وہاں کا موسم کیسا ہو۔

مرزا صاحب : چار قدم پر وہ جگہ جہاں آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہاں کا موسم وہی ہے جو یہاں کا۔

© NCERT not to be republished

میرصاحب : پھر بھی اگر لحاف رکھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے اور ہاں مچھّر دانی بھی بستر میں رکھ دینا۔

دولت : سرکار مچھّر دانی کے بانس بھی۔

میرصاحب : بانس ہیں تو ضروری مگر کیوں بھئی مرزا صاحب! بانسوں میں ذرا طوالت ہے۔

مرزاصاحب : اجی بانس وانس نہیں جو دیکھے گا ہنسے گا۔

میرصاحب : اچھّا بانس نہ رکھو مگر دیکھو ایک آدھ قالین اور ایک آدھ گاؤ تکیہ کہیں علاحدہ ضرور باندھ لینا۔

مرزاصاحب : یہ سب کیا ہوگا؟

میرصاحب : یعنی کیا وہاں بیٹھنے وٹھنے کی ضرورت نہ ہوگی؟

مرزاصاحب : دن بھر کا قیام ہے اور ایک رات گزار کر واپسی کا ارادہ ہے۔ اس کے لیے یہ سب جھگڑا۔

میرصاحب : تو آخر بے سروسامانی کے سفر سے کیا حاصل؟

مرزاصاحب : بہتر ہے اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو مناسب ہے۔

دولت : سرکار کوئی اور چیز؟

میرصاحب : کپڑوں کے دونوں بکس، لوٹے، طشت، اُبٹن دانی، صابن دانی، منجن دانی، تولیے، چائے کے لیے پتیلی، گلاس، تھالیاں، انگیٹھی، کوئلوں کا تھیلا، چائے کے سب برتن وغیرہ رکھ لیے ہیں۔

مرزاصاحب : خدا کی پناہ! آخر اتنا سامان۔

میرصاحب : بھائی پردیس کا معاملہ ہے کیا گھر سے یونہی چل دیا جائے۔

(دروازہ کھلتا ہے، رونق ملازمہ آتی ہے۔)

میرصاحب : کیا ہے رونق؟

رونق : اللہ سلامتی رکھے۔

میر صاحب : اری نیک بخت، یہ کشتی میں کیا لائی ہے؟

رونق : قربان جاؤں سرکار۔ یہ بڑی بیگم کے یہاں سے گلوریاں، پھول اور امام ضامن بھیجے ہیں۔

میر صاحب : اچھّا اچھّا رکھو اور بڑی بیگم کو سلام کہلا دو۔

رونق : سرکار ابھی تو اور کشتیاں بھی ہیں۔

میر صاحب : یعنی اور ہیں ابھی؟

رونق : جی ہاں سرکار۔ اللہ رکھے سردار دلہن، بہو بیگم، شمشاد بیگم، نور محل، قمر دلہن سب ہی نے تو امام ضامن بھیجے ہیں۔

میر صاحب : خوب خوب لاؤ بھئی، وہ کشتیاں بھی لے آؤ۔

رونق : اور اللہ سلامتی رکھے، بہو بیگم اور قمر دلہن نے ناشتہ بھی بھیجا ہے۔

میر صاحب : اس تکلّف کی آخر کیا ضرورت تھی خیر ناشتہ تو دولت کو دے دے اور کشتیاں یہاں لے آ۔

رونق : اور سرکار بیگم صاحب نے کہا ہے کہ زری محل میں بھی تشریف لے آئیں۔

میر صاحب : اچھّا تو چل، میں آتا ہوں۔

(رونق چلی جاتی ہے۔)

میر صاحب : کیوں بھئی مرزا تو میں ہو آؤں ذرا محل میں؟

مرزا صاحب : بسم اللہ ضرور تشریف لے جائیں اور میرا آداب بھی عرض کریں بیگم صاحب سے۔ میں جب تک ذرا گھر سے ہو آؤں۔

میر صاحب : نہیں بھائی صاحب یہ نہیں ہوسکتا گاڑی کا وقت قریب ہے۔

مرزا صاحب : حضرت میں ابھی حاضر ہوا۔ غریب خانہ کون سا دوُر ہے۔

میر صاحب : مگر بھئی جلدی آنا۔

مرزا صاحب : میں ابھی الٹے پیروں واپس آیا۔

(مرزا صاحب جاتے ہیں پیروں کی چاپ اور دروازے کی آواز سنائی دیتی ہے۔)

میر صاحب : اچھا میں ذرا ہو ہی آؤں محل میں۔

(دروازہ کُھلتا ہے بیگم آتی ہیں۔)

بیگم : اے میں کہتی ہوں سدھارنے کا وقت آ گیا اور باہر سے آنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔

میر صاحب : نہیں تو بیگم، میں تو بس آ ہی رہا تھا۔ ذرا مرزا صاحب اور شیخ صاحب کو ساتھ لے جانے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

بیگم : تو وہ تیار ہو گئے۔ چلو اچھّا ہوا، دل بھی بہلے گا اور اکیلے بھی نہ رہو گے۔

میر صاحب : ہاں صاحب! بڑا اطمینان ہو گیا۔ پردیس کا معاملہ ہے ایک سے دو بھلے۔

بیگم : مگر میرا جی لگا رہے گا، جاتے ہی خط ڈال دینا۔

میر صاحب : بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔

بیگم : اچھّا جیسے آج میل سے گئے تو کب پہنچو گے؟

میر صاحب : آج ہی بس چھے بجے۔

بیگم : چلو ہٹو، چلے ہیں مجھ سے مذاق کرنے۔ چالیس کوس کا سفر ہے اور آج ہی پہنچ جائیں گے بے چارے۔

میر صاحب : تمھارے سرِ عزیز کی قسم۔ بس دو گھنٹے بلکہ اس سے بھی کم میں پہنچ جائیں گے۔

بیگم : آخر اتنا تیز جانے کی کیا ضرورت ہے کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آدمی جائے۔

میر صاحب : بھئی تو اس کو میں کیا کروں، کہتے ہیں کہ ریل اتنی ہی تیز چلتی ہے بیگم!

بیگم : اے ہے مجھے تو ہول ہو جائے گی۔

(دروازے پر دستک)

© NCERT not to be republished

شیخ صاحب : (باہر سے) جناب میر قبلہ صاحب، اب ذرا جلدی کیجیے۔ وقت قریب ہے۔

میر صاحب : بہت بہتر، میں تو آپ کا ہی منتظر تھا۔ ابھی آیا۔

بیگم : اے تو لاؤ میں امام ضامن باندھ دوں اور ذرا سا دہی چکھ لو۔ اللہ اصل خیر سے واپس لائے۔

رونق : سرکار دہی مچھلی۔

بیگم : رونق ذرا کشتیاں اُٹھا میں امام ضامن باندھ دوں۔

میر صاحب : ہاں! تو ذرا جلدی کرو بیگم وقت کم ہے۔

بیگم : اے ایسی بھی کیا جلدی کہ ہاتھ پاؤں پھول جائیں۔ تم ہی تو اب تک بیٹھے رہے۔

رونق : لیجیے سرکار یہ بڑی بیگم کے یہاں کی کشتی ہے۔

میر صاحب : ارے صاحب جلدی جلدی۔

بیگم : رونق پہلے ہار اُٹھاؤ۔

رونق : لیجیے۔

بیگم : بسم اللہ (پہناتی ہے) لاؤ امام ضامن بھی باندھ دوں۔

رونق : لیجیے سرکار۔

بیگم : (باندھ کر) امام ضامن کی ضامنی۔

میر صاحب : اور بھی سب جلدی جلدی سے باندھ دو دیر ہو رہی ہے۔

بیگم : پھر تم نے ہاتھ پیر پھلائے، لا رونق اور کشتیاں جلدی جلدی اٹھا۔

رونق : لیجیے۔ لیجیے۔ لیجیے۔

بیگم : بسم اللہ۔ اے ہے یہ بہو بیگم کا کارچوب والا امام ضامن کیسا پیارا ہے۔

رونق : سرکار یہ شمشاد دلہن کے ہاں کا ہار دیکھیے گوٹے کا ہے اور امام ضامن بھی اچھا ہے۔

بیگم	:	سردار دلہن کو تو دیکھو۔ یہ اکیلا سلک کا امام ضامن بھیجا ہے اور یہ اس میں پیسہ بندھا ہے۔
رونق	:	نہیں سرکار اشرفی ہے یا شاید اُٹھنّی ہو۔
بیگم	:	ہاں یہ ہے امام ضامن۔ سردار دلہن دیکھیں تو دیکھتی رہ جائیں کیا کہنا ہے قمر دلہن کا۔
میر صاحب	:	بس صاحب ہو گئے سب امام ضامن۔
بیگم	:	اے میرا امام ضامن تو بندھوالو۔
میر صاحب	:	ہاں صاحب وہ بھی زیادہ ضروری ہے اور ہاں بیگم ایک ایک امام ضامن مرزا صاحب اور شیخ صاحب کو بھی بھجوادو۔
بیگم	:	اب چلے یہ چونچلے لے کر۔ میں اب کہاں سے لاؤں امام ضامن۔
میر صاحب	:	ارے صاحب کسی کپڑے میں ایک ایک روپیہ باندھ دو بس۔
بیگم	:	اچھّا میں ابھی بھیجتی ہوں۔
میر صاحب	:	اچھّا خدا حافظ۔
بیگم	:	اللہ کی امان امام ضامن کی ضامنی دہی مچھلی۔
رونق	:	میاں دہی مچھلی۔
میر صاحب	:	اب تم لوگ ذرا ہٹ جاؤ۔
شیخ صاحب	:	(باہر سے) اجی حضرت تشریف لایئے۔
میر صاحب	:	بھائی اندر آجاؤ میں تیار ہوں۔

(دروازے سے شیخ صاحب اور مرزا صاحب آتے ہیں۔ چاپ)

شیخ صاحب	:	خیر خدا خدا کر کے آپ تیار تو ہوئے۔
مرزا صاحب	:	اور ذرا شان تو دیکھیے معلوم ہوتا ہے دولھا میاں چلے آرہے ہیں۔

© NCERT not to be republished

شیخ صاحب : خیر دولھا نہ سہی، حاجی صاحب تو ضرور معلوم ہوتے ہیں۔ ان ہاروں اور امام ضامنوں میں۔

میر صاحب : بھئی کیا بتاؤں عورتیں جو چاہیں بنادیں۔

شیخ صاحب : اچھا تو اب بگھّی منگوائیے نا ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔

میر صاحب : دولت! ارے دولت!

(دولت آتا ہے)

دولت : سرکار۔

میر صاحب : دولت۔ سب سامان تیار ہے؟

دولت : جی ہاں! تیار ہے کل تیس عدد ہیں۔

میر صاحب : تاش کی گڈّی، چوسر، شطرنج، یہ سب رکھ لیا ہے۔

دولت : جی ہاں سرکار یہ سب چیزیں ہیں مگر...

میر صاحب : مگر کیا؟ کچھ بھول گئے! تمھارے دماغ میں بھوسا بھرا ہے۔

دولت : میں نے کہا سرکار، بٹیریں حضور کو یاد کریں گی۔

میر صاحب : بٹیریں! خوب یاد دلایا، بھئی ان کے کابک ساتھ لے لو، ورنہ واقعی ہڑک جائیں گی۔

دولت : بہت اچھا سرکار، لو اب بتّیس عدد ہیں۔

میر صاحب : کوئی پروا نہیں، تم اب دو بگھیاں فوراً لے آؤ۔

دولت : بہت اچھّا سرکار۔

(جاتا ہے)

(دروازہ کھُلتا ہے، رونق آتی ہے۔)

رونق : سرکار بیگم صاحب نے مرزا صاحب اور شیخ صاحب کے لیے امام ضامن

بھیجے ہیں اور یہ ہار، اور کہا ہے کہ جب سے مٹھّو بیٹے کو آپ کے سدھارنے کی خبر ہوئی ہے برابر ٹیں ٹیں کر رہا ہے۔

میر صاحب : ارے بھئی یہ تو بڑی مصیبت ہے۔ واقعی مٹھّو بیٹے تو سخت پریشان کریں گے سب کو۔

رونق : اے سرکار وہ تو اگر ذرا دیر بھی سرکار کو نہ دیکھے تو آفت مچا دیتا ہے۔

میر صاحب : کیا رائے ہے مرزا صاحب۔ جہاں اتنا سامان ہوا وہاں ایک پنجرہ اور سہی۔

مرزا صاحب : جو رائے عالی ہو مگر اتنے سامان کا تو محصول پڑ جائے گا۔

میر صاحب : تو بھئی تم ہی بتاؤ کون سی چیز ضرورت سے زیادہ ہے۔ بغیر پان دان کے کام نہیں چل سکتا۔ بغیر ناشتے دان کے کیسے چل سکتا ہے اور اسی طرح سب چیزیں ضروری ہیں۔

شیخ صاحب : واللہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا سفر ہے۔

مرزا صاحب : اور کیا جتنے آدمی ولایت جاتے ہیں وہ سب طوطے کا پنجرہ اور بٹیر کا کابک لے جاتے ہیں۔

میر صاحب : تو بھئی میں ان بے زبانوں کی جان تو لوں گا نہیں، چاہے کچھ بھی ہو۔

شیخ صاحب : نہیں صاحب۔ ہرگز نہیں۔ بہر حال اب سامان نکلوانا چاہیے۔ بگھیاں آتی ہی ہوں گی۔

میر صاحب : آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے دولت آتا ہی ہوگا۔

مرزا صاحب : اپنا کام کرنے میں بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آپ نے ایک ہی کہی۔ واللہ ہے کہ میں سامان نکالتا ہوں۔

میر صاحب : اَماں تمھیں میری قسم جو سامان اٹھاؤ۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔

(دروازہ کھلتا ہے)

© NCERT not to be republished

دولت	:	سرکار بگھیاں حاضر ہیں۔ایک ایک روپے میں آئی ہیں۔
میر صاحب	:	اچھّا تو بھئی مرزا میں ایک مرتبہ ذرا گھر میں ہو آؤں۔
شیخ صاحب	:	بس تو پھر گاڑی مل چکی۔
میر صاحب	:	اَماں ابھی آیا میں۔بس سامان رکھا گیا کہ میں آ گیا۔
مرزا صاحب	:	ہاں ہاں آپ ضرور ہو آئیں،مگر ذرا جلدی کیجیے۔
میر صاحب	:	بس میں ابھی آیا تم سامان رکھواور۔

(جاتے ہیں)

مرزا صاحب	:	دیکھو دولت کوئی چیز نہ رہ جائے۔
دولت	:	کیا مجال ہے سرکار۔مگر ایک بگھّی میں تو سامان ہی آئے گا۔
مرزا صاحب	:	بس تو ایک میں ہم سب آ جائیں گے۔
شیخ صاحب	:	مگر یار طوطے کا پنجرا اور بٹیروں کے کابک میر صاحب کے پاس ہی رکھنا۔
مرزا صاحب	:	ہاں یہ بھی اچھی دل لگی رہے گی۔

(دروازہ کھلتا ہے)

میر صاحب	:	لیجیے جناب میں آ گیا۔
مرزا صاحب	:	بس تو بسم اللہ کیجیے(دولت کو چھینک آتی ہے۔)
میر صاحب	:	یہ کون تھا؟ دولت نا! لاحول ولاقوۃ۔آؤ بھئی مرزا ذرا بیٹھ جاؤ شگون خراب ہو گیا۔ایک ایک پان کھالو پھر چلیں گے۔اس بدتمیز دولت کو دیکھو کہ اس وقت بدشگونی سوجھی تھی۔
شیخ صاحب	:	اچھّا خیر ایک ایک پان کھا لیجیے۔
دولت	:	سرکار پان حاضر ہے۔
میر صاحب	:	لو بھئی پان کھالو(سب پان کھاتے ہیں)اب اٹھو۔

شیخ صاحب : بسم اللہ۔

مرزا صاحب : الا اللہ۔

میر صاحب : چل دولت باہر سے سب کو ہٹا دے۔

دولت : حضور باہر کوئی نہیں، تشریف لے چلیں۔

(سب چلتے ہیں۔ بلّی کی آواز آتی ہے سب رک جاتے ہیں۔)

میر صاحب : ہا! کمبخت راستہ کاٹ گئی۔

مرزا صاحب : یہ تو بہت بُرا ہوا کہ راستہ کاٹ گئی۔

میر صاحب : بس تار دیا جائے، کہ گاڑی چھوٹ گئی۔

شیخ صاحب : قبلۂ عالم یہ بھی خبر ہے کہ جہاں آپ کو جانا ہے وہاں دن بھر میں خدا جھوٹ نہ بلائے تو ہر گھنٹے پر گاڑی چھوٹتی ہے۔

میر صاحب : اَماں تو کچھ اور سوچو۔

شیخ صاحب : تو آخر اس میں کیا مضائقہ ہے کہ آپ اب دوسری گاڑی سے چلیں۔

میر صاحب : بھائی اب بیگم ہرگز نہ جانے دیں گی۔

شیخ صاحب : تو یہ سمجھ لیجیے جائداد کا معاملہ ہے کہیں خدانخواستہ کھٹائی میں نہ پڑ جائے۔

میر صاحب : کیا عرض کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

(رونق آتی ہے)

رونق : سرکار بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ اب کچھ بھی ہو جائے میں ہرگز نہ جانے دوں گی۔

میر صاحب : ارے صاحب تو میں کہاں جا رہا ہوں۔

مرزا صاحب : تو اب فرمایئے کس مضمون کا تار دیا جائے۔

میر صاحب : میرے خیال میں تو یہی تار دو کہ مجبوراً سفر ملتوی کر دیا۔

شیخ صاحب : جناب والا اس کا اثر مقدمے پر کیا پڑے گا؟

مرزا صاحب : مگر بھئی مجبوری کی وجہ سے سفر ملتوی کیا ہے نا۔

شیخ صاحب : کیا مجبوری ہے یہی نا کہ چند وہم گھیرے ہوئے ہیں۔

میر صاحب : لوٹ آؤ بھائی شیخ صاحب، یہ شگون نہایت منحوس ہوتا ہے۔

(دروازہ کھلتا ہے رونق آتی ہے۔)

رونق : سرکار بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ بلّی راستہ کاٹ گئی ہے۔ اب میں ہرگز نہ جانے دوں گی۔

میر صاحب : ہے تو واقعی یہ بہت برا، مگر مقدمے کا کیا ہوگا؟

رونق : سرکار جائداد آپ پر سے صدقے کی، مگر جب بلّی راستہ کاٹ جائے تو جانا نہیں چاہیے۔

میر صاحب : واقعی اب تو میرے قدم بھی نہیں اٹھتے۔

شیخ صاحب : حضرت یہ سب وہم ہیں۔

میر صاحب : ایں بھئی شیخ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اماں یہ کیا کہہ رہے ہو، یعنی بلّی راستہ کاٹ جائے اور تم اس کو معمولی بات سمجھو۔

مرزا صاحب : نہیں صاحب یہ کوئی بات نہیں ہے۔ ایسی حالت میں سفر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

میر صاحب : بھائی شیخ صاحب میں تم سے سچ کہتا ہوں تمھارے سرِ عزیز کی قسم ابّا جان مرحوم کے ایک دوست گھوڑے پر سوار تھے اور جنگل کا راستہ تھا کہ بلّی راستہ کاٹ گئی بس پھر نہ پوچھو گھوڑے کا ایک قدم آگے بڑھنا ہی تھا کہ اس نے ٹھوکر لی اور سوار سر کے بل گرا۔

مرزا صاحب : اے ہے بڑی چوٹ آئی ہوگی۔ جناب۔

میر صاحب : اماں چوٹ! یقین جانو کہ تمام پیشانی لہولہان ہوگئی۔

شیخ صاحب : اتفاقاً ہوگیا ایسا، یہ کیا ضروری ہے کہ ہر مرتبہ ایسا ہی ہو۔

رونق : اے واہ میاں اللہ نہ کرے ایسا ہو میرا تو سن کر کلیجہ ہی دھڑک رہا ہے۔

میر صاحب : بھئی شیخ صاحب بعض وقت تو تم نہایت ناسمجھی کی باتیں کرتے ہو، گویا یہ شگون اور بدشگونی کوئی چیز ہی نہیں۔

شیخ صاحب : صاحب میں تو ان باتوں کو مہمل سمجھتا ہوں۔

مرزا صاحب : بھائی صاحب یہ تو نہ کہیے۔ البتہ یہ کہیے کہ آپ کچھ نئی روشنی کے آدمی ہو کر رہ گئے ہیں۔

میر صاحب : اَماں تمھیں میری قسم۔ ذرا دیکھو تو شیخ صاحب کی ڈھٹائی کہ بلّی راستہ کاٹ جائے اور یہ شیر ڈٹا رہے۔

مرزا صاحب : خیر سفر تو میری ناچیز رائے میں مناسب نہیں ہے البتہ خیال ہے تو صرف یہ کہ مقدمے کا کیا ہوگا۔

رونق : اے میاں چولھے میں گیا مقدمہ، اللہ جان سلامتی رکھے تو ایسے ایسے سیکڑوں مقدمے ہوں گے۔

میر صاحب : بھئی واللہ یہ بھی ایک ہی رہی۔ اَماں سنتے ہو مرزا کی رونق کی دعا کہ ایسے ایسے سیکڑوں مقدمے میرے لیے مانگ رہی ہیں۔

رونق : اے توبہ قربان جاؤں مجھے کیا معلوم۔

میر صاحب : تو بھئی مرزا اب تم ہی بتاؤ اس مقدمے کا کیا کیا جائے۔

مرزا صاحب : حضرت میری عقل خود حیران ہے۔

(دروازہ کھلتا ہے، دولت آتا ہے)

دولت : سرکار تو کیا سامان اتار لیا جائے۔

میر صاحب : سامان تو خیر ضرور اترے گا خواہ مقدمہ رہے یا جائے۔

دولت : تو سرکار بگھی والوں کو تو کرایہ دینا ہی پڑے گا۔

میرصاحب : ہاں ہاں تو کس نے کہا ہے کہ نہ دو۔

مرزاصاحب : میری ناقص رائے میں تو حاکم کو تار دے دیا جائے۔

میرصاحب : آخر کیا تار دیا جائے؟

شیخ صاحب : یہی کہ بلّی راستہ کاٹ گئی اور ملازم کو چھینک آ گئی۔

میرصاحب : بھئی شیخ صاحب، تم واللہ ہے کہ ان باتوں کو پھر وہم کہہ رہے ہو۔ یعنی بلّی راستہ کاٹ جائے اور وہم۔

مرزاصاحب : نہیں صاحب نہیں یہ وہم نہیں بلکہ واقعی احتیاط شرط ہے۔ آخر ہمارے بزرگ کیا کرتے تھے۔

میرصاحب : میں آپ سے عرض کروں کہ ہمارے بزرگ تو ان ہی خیالات کی وجہ سے سفر کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

(دروازہ کھلتا ہے دولت آتا ہے)

دولت : سرکار سرکار غضب ہو گیا۔ ایک بگھّی کا گھوڑا بھاگا بھاگا پھر رہا ہے مع تمام سامان کے اور بٹیروں کا کابک بھی اسی بگھّی پر ہے۔

(مرزاصاحب اور شیخ صاحب دروازہ کی طرف لپکتے ہیں۔)

میرصاحب : الٰہی خیر! خدا میری بٹیروں کو حفظ و امان میں رکھے۔ ذرا جلدی دیکھو بھئی۔ اَماں ذرا جلدی جاؤ تو۔

رونق : وہ تو مواشگون ہی خراب ہو گیا تھا۔ اس موئے نکٹے دولت کو بھی اسی وقت چھینک آنا تھا۔

دولت : ذرا زبان سنبھالے ہوئے۔ نکٹا میں کیوں ہوتا جو کہے وہ خود اس کی سات پُشت۔

رونق : دیکھیے سرکار یہ موا منھ بھر بھر کر میری پشتوں کو کہہ رہا ہے۔

میرصاحب : یہ لڑائی کا وقت نہیں ہے خدا کو یاد کرو۔

© NCERT not to be republished

رونق : سرکار۔

دولت : سرکار۔

میرصاحب : چپ رہو سب چپ رہو۔

رونق : سرکار دیکھیے نا یہ موا۔

میرصاحب : خدا کو یاد کرو، میری بٹیریں اس وقت سخت مصیبت میں ہیں۔

(دروازہ کھلتا ہے۔ شیخ صاحب اور مرزا صاحب داخل ہوتے ہیں۔)

مرزا صاحب : لیجیے حضرت اپنی بٹیریں، میں نے جاتے ہی گھوڑے کو پکڑ لیا۔

میرصاحب : بھئی واللہ کمال کیا۔ اماں ذرا دیکھو تو بٹیروں کے دل کیسے دھڑک رہے ہیں مگر واللہ ہے کہ خدا نے ہم لوگوں کو کیسا بچایا شکر ہے ہم بگھی پر سوار نہ تھے۔

شیخ صاحب : صرف آپ کی صراحی گر پڑی ہے باقی سب خیریت ہے۔

میرصاحب : خیر بھئی صراحی گر گئی تو، جائے۔ سب کی جانوں کا صدقہ اُترا۔

مرزا صاحب : ہاں صاحب، رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔

شیخ صاحب : لاحول ولاقوۃ کیا ہنگامہ ہوا ہے بیٹھے بٹھائے۔

میرصاحب : ایسا ویسا ہنگامہ، ذرا میرا کلیجہ تو دیکھو کہ اب تک بے قابو ہے۔ دولت ذرا شربتِ انار تیار کرا اور بھئی مرزا میں ذرا محل میں ہو آؤں تا کہ بیگم کو اطمینان ہو۔

مرزا صاحب : تو ہم لوگ اجازت چاہتے ہیں۔

میرصاحب : اچھا بھئی خدا حافظ۔

شیخ صاحب : آداب بجالاتا ہوں۔

مرزا صاحب : تسلیمات عرض کرتا ہوں۔

میرصاحب : خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

(پیروں کی چاپ دور جاتی سنائی دیتی ہے۔)

شوکت تھانوی

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی

عُذر	:	بہانہ، کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی جو وجہ بیان کی جائے (جو جھوٹی بھی ہو سکتی ہے) اسے عُذر کہتے ہیں۔
تبادلۂ خیال	:	کسی موضوع پر دو یا زیادہ اشخاص کی باہمی گفتگو
خاندانی وضع	:	خاندانی طور طریقے
سیاحت	:	ملکوں کی سیر
چشم براہ	:	بہت شدید انتظار کرنے والا
مضائقہ	:	حرج، قباحت
طوالت	:	لمبائی، (محاورتاً مشکل)
غریب خانہ	:	انکسار کے ساتھ اپنے گھر کے لیے کہا جاتا ہے۔
امام ضامن	:	وہ روپیہ یا سکّہ جو مسافر کے بازو پر حفاظت سے پہنچنے کے خیال سے امام ضامن (امام موسیٰ رضا) کے نام پر باندھا جاتا ہے اور سفر ختم ہونے پر اسے خیرات کر دیا جاتا ہے۔
محصول	:	ٹیکس، لگان
ملتوی کرنا	:	کسی کام کو جس وقت ہونا ہے اس وقت اسے نہ کرنے کا فیصلہ کرنا
لہولہان	:	خون میں لتھڑا ہوا

© NCERT not to be republished

مہمل	:	بے معنی
ناقص	:	کھوٹا، عیب دار
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت	:	(فارسی) ایک مصیبت آئی تھی لیکن خیریت کے ساتھ ٹل گئی

غور کرنے کی بات

- شوکت تھانوی روزمرہ کی باتوں کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں اور اس میں ایسے دلچسپ نکتے پیدا کرتے ہیں کہ قاری بغیر ہنسے نہیں رہ سکتا۔ 'خدا حافظ' ڈراما اس کی بہترین مثال ہے۔ اس میں زوال آمادہ تہذیب اور نوابین کی معاشرتی زندگی کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔
- اس ڈرامے میں کچھ توہمات کا ذکر کیا گیا ہے جس کا شکار عام انسان آج بھی ہے جیسے سفر میں جانے سے پہلے اگر چھینک آجائے یا بلّی راستہ کاٹ جائے تو اسے بُرا شگون سمجھا جاتا ہے — لکھنوی تہذیب کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ سفر پر جانے سے پہلے امام ضامن باندھتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ کو خدا کی حفاظت میں دیا۔ اسی طرح سفر پر جانے سے پہلے دہی چکھنا بھی اچھّی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ صراحی یا کسی برتن کے ٹوٹ جانے کو بھی اچھّا سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی بلا ٹل گئی۔

سوالوں کے جواب لکھیے

1. میر صاحب سفر سے پہلے کیوں گھبرا رہے تھے؟
2. وہ اپنے ساتھ سفر میں کیا کیا سامان لے جا رہے تھے؟

© NCERT not to be republished

3. میر صاحب نے اپنا سفر کیوں ملتوی کر دیا؟

4. میر صاحب کا کردار آپ کو کیسا لگا؟ مختصراً بیان کیجیے۔

عملی کام

- اپنے ساتھیوں کی مدد سے ڈرامے کے مکالموں کو ڈرامائی انداز میں پڑھیے۔
- جو کردار آپ کو پسند آیا ہو اس سے متعلق چند مکالمے خوشخط لکھیے۔
- نیچے لکھے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

سر کے بال سفید کرنا، کلیجہ ہاتھوں اُچھلنا، ہوا سے باتیں کرنا، ڈٹے رہنا، ہاتھ پیر پھولنا، الٹے پیروں واپس آنا، ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا، کھٹائی میں پڑنا

- نیچے لکھے ہوئے الفاظ کن موقعوں پر استعمال ہوتے ہیں:

الا اللہ، بسم اللہ، نصیبِ دشمناں

- اس ڈرامے میں کچھ تابع مہمل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ تابع مہمل وہ بے معنی لفظ ہوتے ہیں جو بامعنی الفاظ کے ساتھ بطور تاکید یا ربط بولے جائیں۔ جیسے 'بانس' کے ساتھ 'وانس'، یہاں 'وانس' مہمل ہے آپ اس طرح کے کچھ الفاظ سوچ کر لکھیے۔

© NCERT not to be republished